اشتراکیت اور اسلام

از محمد مظہر الدین صدیقی - بی - اے - حیدر آباد (دکن)

اشتراکیت کیا ہے موجودہ زمانہ میں اشتراکیت کی اصطلاح اس تحریک کے لیے استعمال کی جاتی ہے جو ذاتی اور انفرادی ملکیت کو مٹا کر پیدائش دولت کے جملہ آلات و وسائل کو مملکت یا اسٹیٹ کے سپرد کر دینا چاہتی ہے۔ یہ تحریک موجودہ نظامِ سرمایہ داری کا قدرتی ردِ عمل ہے جس میں افراد کی معاشی سرگرمیوں کو تمام اخلاقی اور معاشرتی قیود سے آزاد کر دیا گیا ہے۔ اشتراکیت سرمایہ داروں اور ان کے قائم کیے ہوئے معاشی نظام کی سخت دشمن ہے اور دنیا کی تمام معاشی برائیوں، سیاسی جھگڑوں اور اخلاقی خرابیوں کی ذمہ داری سرمایہ داری کے سر رکھتی ہے۔

سترھویں اور اٹھارھویں صدی میں یورپ کے معاشی نظام میں ایک بڑا انقلاب رونما ہوا جسے صنعتی انقلاب کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس انقلاب کے بعد صنعتی پیداوار کے طریقوں میں بڑی اہم تبدیلیاں واقع ہوئیں۔ چھوٹے پیمانہ کی صنعتیں رفتہ رفتہ کم ہونے لگیں اور بڑے پیمانہ پر پیدائش (LARGE SCALE PRODUCTION) کا طریقہ عام ہو گیا۔ بڑے پیمانہ پر صنعتوں کے قیام کا ایک نتیجہ یہ ہوا کہ یہ صنعتیں صرف وہی لوگ چلا سکتے تھے جن کے پاس کافی دولت تھی۔ اس کے علاوہ چونکہ آلات اور مشینوں کی خریداری بھی متوسط درجہ کے افراد کے لیے دشوار تھی اس لیے رفتہ رفتہ معاشی نظام پر انھیں لوگوں کا قبضہ ہو گیا جو متمول طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ پہلے مزدور وغیرہ اپنے آلات اور اوزار خود خریدتے تھے اور یہ آلات انہی کی ملک ہوتے تھے لیکن اب آلات اور مشینیں اتنی پیچیدہ اور گراں ہو گئیں کہ مزدوروں کے لیے ان کا خریدنا بالکل غیر ممکن ہو گیا۔

اس طرح پیدائش دولت کے تمام آلات و وسائل سرمایہ دار طبقہ کے ہاتھ میں آ گئے اور مزدور کے پاس اس کے

جسم وجان کے سوا کچھ نہ رہا۔ سرمایہ دار جس قیمت پر چاہتے مزدوروں کی محنت خرید لیتے تھے کیونکہ مزدور نہ اپنے پیشہ کے آلات واوزار رکھتا تھا نہ اس کے پاس کوئی خانگی جائداد یا سرمایہ تھا جس سے وہ خود کوئی کاروبار کرسکتا۔ سرمایہ داروں نے اس طرح جو معاشی نظام قائم کیا اس میں ذاتی ملکیت کا حق اور بے قید مقابلہ کی آزادی یہ دو بڑے اصول کام کررہے تھے۔

اس نظام کے حامیوں کا نظریہ یہ تھا کہ سوسائیٹی کے ہر فرد کو اس کا حق حاصل رہنا چاہیے کہ وہ جتنی دولت چاہے کمائے اور جتنی ملکیت چاہے حاصل کرے اور اس حق پر کوئی قید یا پابندی نہیں ہونی چاہیے۔ موجودہ زمانہ میں حکومتوں نے جس قدر پابندیاں اور شرائط دولت کے جمع کرنے اور جائیداد کے حصول پر عائد کیے ہیں وہ سرمایہ داروں کے نزدیک ایک ناگزیر برائی کا درجہ رکھتے ہیں جسے بدرجۂ مجبوری قبول کیا جاسکتا ہے کیونکہ سرمایہ داری کے حامیوں کا خیال ہے کہ انسان کبھی کوئی کام پورے جوش وانہماک اور سرگرمی سے نہیں کرسکتا ہے جب تک اسے ذاتی فائدہ اور نفع کی توقع نہ ہو اور یہ اطمینان نہو کہ اپنی محنت سے جو دولت وہ پیدا کرے گا وہ اسی کی ملک ہوگی اور اس کے صرف کرنے میں اس پر کوئی قید عائد نہ کی جائیگی۔ تجارت اور صنعت وحرفت میں یہ نظام مقابلہ اور مسابقت (COMPETITION) کے فوائد کا قائل ہے۔ اس کا کہنا یہ ہے کہ اگر دولت کی پیدائش میں بہترین نتائج حاصل کرنا مقصود ہے تو ہر فرد کو آزاد چھوڑ دینا چاہیے کہ وہ جس طرح چاہے اپنا معاشی کاروبار انجام دے۔ اس طرح افراد میں باہم دگر مقابلہ کی اسپرٹ پیدا ہوگی اور ہر شخص نفع حاصل کرنے کی غرض سے اپنی پوری اہلیت اور کارکردگی کو کام میں لائے گا کیونکہ اسے خوف رہے گا کہ اگر ذرا بھی اس سے سستی یا غفلت ہوئی تو دوسرے لوگ اس سے بازی لے جائیں گے۔

سرمایہ داری معاشی کاروبار میں حکومت کی مداخلت ناپسند کرتی ہے اور تجارت اور صنعت وحرفت میں ہر طرح کے قیود سے آزاد رہنا چاہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ سیاسی امور میں بھی انفرادی آزادی کی حامی ہے۔ کیونکہ انفرادی آزادی کا حق وہ ہتھیار ہے جس سے سرمایہ دار طبقہ معاشی نظام کو حکومت کی دستبرد سے محفوظ رکھتا ہے۔ اسکے برخلاف

اشتراکی تحریک غیر محدود مسابقت اور مقابلہ کی خرابیوں کو پیش کرتی ہے اور اس کی وجہ سے سوسائیٹی کے غریب اور غیر مستطیع افراد کو جن مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ تعلیم دیتی ہے کہ جب تک ذاتی ملکیت کے حصول پر مناسب قیود نہ عائد کیے جائیں گے دنیا میں ہمیشہ بے چینی اور افلاس کا دور دورہ رہے گا۔ کیونکہ تجارت اور صنعت و حرفت میں بے قید مقابلہ کے معنی یہ ہیں کہ جن لوگوں کا پہلے سے وسائل دولت پر قبضہ ہے وہ مزید دولت حاصل کرتے جائیں اور جو پہلے سے غریب ہیں وہ اور غریب ہوتے جائیں۔ کیونکہ مقابلہ میں ان کا ناکام رہنا یقینی ہے۔ اس لیے اشتراکی کہتے ہیں کہ اجتماعی پیداوار کے ذرائع اور پیدائش دولت کے آلات کو افراد کے قبضہ سے نکال کر حکومت کے قبضہ میں لے آنا چاہیے تاکہ ان آلات و وسائل پر کسی خاص گروہ یا طبقہ کا قبضہ نہ رہنے پائے بلکہ جملہ افراد ان سے یکساں اور مساوی طور پر فائدہ اٹھا سکیں۔ یہ نہ ہو کہ کسی کے گھر چراغ جلیں اور کسی کو دو وقت روٹی بھی نہ نصیب ہو۔

اشتراکیت حصول دولت کے ذرائع کو مملکت کے قبضہ میں رکھنا چاہتی ہے۔ اور اسی طرح افراد ملک کی اجتماعی کوششوں سے مجموعی طور پر جو دولت حاصل ہوتی ہے اس کی تقسیم کو بھی مملکت کے سپرد کر دینا چاہتی ہے۔ تاکہ مجموعی دولت کی تقسیم انصاف کے ساتھ ہو اور ہر شخص کو اس کی اہلیت کے مطابق اس کا حصہ ملے۔ اشتراکیت معاشی اونچ نیچ اور طبقاتی امتیازات کی دشمن ہے۔ وہ ایک ایسی سوسائیٹی کے قیام پر زور دیتی ہے جس میں طبقوں کا سرے سے وجود ہی نہ ہو۔ کیونکہ اس کی نظر میں مختلف طبقوں کا وجود ہی ظلم اور ناانصافی کا اصلی سبب ہے۔

ان امور و مقاصد کی حد تک تمام اشتراکی کم و بیش متفق ہیں۔ لیکن جہاں تک حصول مقصد کے لیے ذرائع اختیار کرنے کا سوال ہے اشتراکیوں میں باہمد گر سخت اختلاف رائے ہے۔ اور اسی اعتبار سے اشتراکیت کی دو قسمیں کی جا سکتی ہیں۔ انقلابی اشتراکیت اور ارتقائی اشتراکیت۔ ان دونوں میں خاص فرق یہ ہے کہ ارتقائی اشتراکی معاشی مساوات کے قیام میں رائج الوقت جمہوری نظام ہی سے کام لینا چاہتا ہے

وہ کہتا ہے کہ موجودہ جمہوری مملکت پر جیسی کچھ وہ ہے اشتراکی خیال کے افراد کو قبضہ کر لینا چاہیے اور وہ اس طرح سے کہ پارلیمنٹ اور مجالس قانون سازیں پروپگنڈے کے ذریعہ اشتراکی پارٹی اکثریت حاصل کر لے۔ اس کے بعد حکومت کی باگ ڈور لامحالہ اشتراکیوں کے قبضہ میں آجائے گی۔ اور وہ اپنے اقتدار کو استعمال کر کے تدریجی طور پر سوسائٹی کو اشتراکی قالب میں ڈھال لے گی۔ ارتقائی اشتراکیت تدریجی اصلاح کی قائل ہے۔ اور چاہتی ہے کہ پارلیمنٹوں اور مجالس قانون سازمیں اکثریت حاصل کر کے اپنے مقاصد پورے کرے۔ اور رفتہ رفتہ ذاتی ملکیت کو محدود کر کے اجتماعی پیداوار کے آلات و وسائل حکومت کے قبضہ میں لے آئے۔

انقلابی اشتراکیت جس کا دوسرا نام اشتمالیت یا کمیونزم ہے اس طریقۂ کار کی شدت سے مخالف ہے کیونکہ وہ موجودہ سیاسی و جمہوری نظامات کو بیخ و بُن سے اکھاڑ پھینکنا چاہتی ہے۔ اشتمالی یعنی کمیونسٹ کہتے ہیں کہ موجودہ سیاسی اور جمہوری نظام میں اکثریت حاصل کر کے اشتراکی اصولوں کے مطابق سوسائٹی کی تشکیل ایک خواب ہے جو کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ اس نظام کے اندر رہ کر اشتراکی مقاصد کے حصول کی کوشش بے معنی ہے کیونکہ یہ نظام تو سرمایہ داروں کا ساختہ پرداختہ اور انھیں کے مفاد کا محافظ ہے جب تک یہ نظام باقی رہے گا سرمایہ داروں کا غلبہ بھی باقی رہے گا اور معاشی اصلاح کی تمام کوششیں لازمی طور پر سرمایہ داروں کے مفاد کی تابع رہیں گی۔ اگر صحیح معنوں میں اشتراکی سوسائٹی کی تشکیل کا کام انجام دینا ہے تو رائج الوقت سیاسی اور جمہوری نظامات کو برباد کرنا اور مٹانا ہوگا۔ تب ہی اشتراکی اصول دنیا میں رائج ہو سکیں گے۔ انقلابی اشتراکیت کا سب سے بڑا فلسفی کارل مارکس نامی ایک جرمن یہودی تھا۔ اس لیے اشتمالی تحریک یا کمیونزم کو سمجھنے کے لیے مارکس کے فلسفہ پر نظر ڈالنا ضروری ہے۔

کارل مارکس کا فلسفہ کارل مارکس کہتا ہے کہ ہر معاشی نظام اپنے دور کی پوری زندگی کا سنگ بنیاد ہوتا ہے اور وہ اس وقت تک قائم رہتا ہے جب تک اُس کے ذریعہ سوسائٹی کی معاشی ضروریات بلا کسی دقت یا رکاوٹ کے پوری ہوتی رہتی ہیں۔ لیکن ایک وقت آتا ہے جب کہ سوسائٹی کا معاشرتی ماحول اور

ان تعلقات کی نوعیت جو سوسائیٹی کے ایک طبقہ اور دوسرے طبقہ کے مابین قائم ہوتے ہیں معاشی نظام کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کرنے لگتے ہیں۔ اور یہ اس طرح ہوتا ہے کہ نئی نئی ایجادات کی وجہ سے آفرینش دولت کے طریقوں میں تبدیلیاں واقع ہونے لگتی ہیں اور ان تبدیلیوں کی وجہ سے وہ طبقاتی تقسیم متاثر ہونی شروع ہوتی ہے جس پر سوسائیٹی اب تک قائم تھی۔

مارکس کہتا ہے کہ ہر زمانہ میں معاشی کاروبار کی نوعیت اس بات کی مقتضی ہوتی ہے کہ سماج میں مختلف طبقات مختلف فرائض انجام دیں۔ اور اپنے فرائض کی نوعیت اور اہمیت کے لحاظ سے مجموعی دولت میں حصہ دار بنیں۔ اس طرح معاشی نظام ہی کی بدولت سوسائیٹی چند در چند طبقوں میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ جس میں سے ہر طبقہ اپنے مقررہ فرائض انجام دیتا ہے اور اس کے معاوضہ میں ایک مقررہ معیار کے مطابق اس کی قانونی اور سماجی حیثیت متعین ہوتی ہے۔ اسی لیے ہر زمانہ کا قانونی اور سیاسی نظام اُن سماجی تعلقات اور طبقاتی امتیازات کا محافظ ہوتا ہے جن کے ذریعہ مختلف طبقوں کی معاشرتی اور سماجی حیثیت متعین ہوتی ہے۔ اور جب کبھی کوئی طبقہ اپنی متعینہ حیثیت کو بدلنے کی کوشش کرتا ہے تو رائج الوقت قانونی اور سیاسی نظام اس کی مخالفت کرتا ہے۔

ابتدا میں سوسائیٹی کا معاشرتی نظام اور اس کی طبقاتی تقسیم معاشی نظام کی کارکردگی میں کوئی رکاوٹ نہیں پیدا کرتے ہیں لیکن ایک خاص مدت کے بعد معاشی نظام اور معاشرتی تعلقات کی یہ ہم آہنگی ختم ہو جاتی ہے اور معاشی نظام کے اندر سے ایسی قوتیں نمود کرتی ہیں جو رائج الوقت معاشرتی تعلقات اور طبقاتی تقسیم کو بدلنا چاہتی ہیں۔ یا یوں کہیے کہ کچھ زمانہ گزرنے کے بعد معاشرتی اور سماجی تعلقات کی رائج الوقت شکل و صورت پیدائش دولت کے کام میں مزاحم ہونے لگتی ہے۔ اس وقت ایک انقلابی کیفیت پیدا ہوتی ہے جس میں غالب معاشی طبقات ایک طرف ہوتے ہیں اور مغلوب و مظلوم طبقات دوسری طرف۔ چونکہ ریاست و حکومت پر اول الذکر طبقات کا قبضہ ہوتا ہے اور قانون بھی انہی کی مرضی کے مطابق کام کرتا ہے اس لیے یہ طبقے اپنی پوری قوت و وسائل کے ساتھ رائج الوقت معاشرتی نظام اور طبقاتی تقسیم کو باقی رکھنا چاہتے ہیں۔ اس کے برخلاف دوسرے طبقے سماجی تعلقات کی رائج الوقت صورت میں تبدیلی پیدا کرنا چاہتے ہیں اور

بالآخر کامیاب ہوتے ہیں۔

کارل مارکس کے نزدیک پوری تاریخ سوا اس زمانہ کے جب زندگی بالکل ابتدائی شکل میں تھی مختلف معاشرتی طبقوں کی جنگ کا قصہ ہے۔ معاشی اور معاشرتی نشوونما کے طریقہ کو کارل مارکس نے یورپ کی تاریخ سے ایک مثال دیکر واضح کیا ہے۔ پندرھویں صدی میں جاگیرداری نظام رائج تھا اور وہی معاشرتی نظام کی بنیاد تھا۔ رفتہ رفتہ تجارت کو فروغ ہوا۔ نئے ملک دریافت کیے گئے۔ بحری سفر کے نئے راستے معلوم کیے گئے اور اس کے خطرات کم ہو گئے اس کی وجہ سے معاشی نظام میں یہ فرق پیدا ہوا کہ ایک طبقہ سرمایہ داروں کا نمودار ہوا جس نے ایک طرف تو قرون وسطیٰ کے دستکاروں کو مزدور بنا دیا اور دوسری طرف تجارت کے نئے ذرائع سے فائدہ اٹھا کر اپنی دولت بہت بڑھا لی لیکن معاشرتی اور سیاسی نظام میں اس طبقہ کو جو حیثیت حاصل ہونا چاہیے تھی وہ اسے حاصل نہیں ہوئی اور معاشرے اور ریاست پر شرفا اور امرا قابض رہے۔ اس سبب سے ان دونوں میں مخالفت پیدا ہوئی اور آہستہ آہستہ لڑائی کی نوبت آ گئی۔ بالآخر فرانسیسی انقلاب میں سرمایہ داروں کے طبقے کو شرفا اور امراء پر فتح حاصل ہوئی مگر اس دوران میں صنعتی پیداوار کے طریقوں میں تبدیلیاں ہوتی رہیں مشینیں ایجاد ہوئیں۔ کارخانے قائم ہوئے اور اُن کے ذریعہ سے ایک نیا طبقہ مزدوروں کا پیدا ہو گیا۔ سرمایہ داروں نے شرفا پر فتح پانے کے بعد معاشرتی زندگی پر اسی طرح قبضہ کر لیا جیسے پہلے شرفا اور امرا نے کیا تھا اور اپنا قبضہ رکھنے کے لیے ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں۔ اپنے فائدے کیلیے وہ مزدوروں پر ہر قسم کا ظلم روا رکھتے ہیں لیکن مزدوروں کی تعداد بہت بڑھ رہی ہے۔ سرمایہ داری کے نظام کو جتنی ترقی ہوگی اتنی ہی اُنکی تعداد اور بھی بڑھتی جائیگی اور اُن کا افلاس بھی بڑھیگا۔ آخر میں وہ اس بات پر مجبور ہو جائیں گے کہ متحد ہو کر سرمایہ داروں کا مقابلہ کریں۔ اس جنگ میں اُن کی کامیابی یقینی ہے اور انکی کامیابی کیساتھ ایک نیا معاشی نظام قائم ہوگا جو صنعتی پیداوار کے نئے طریقوں کے مطابق ہوگا۔

مارکس کا خیال ہے کہ مزدوروں کی فتح کے بعد سوسائیٹی پر ایک درمیانی مدت گذریگی جسمیں مزدوروں کی آمریت قائم ہوگی۔ اس آمریت کے ذریعہ طبقاتی امتیازات کو مٹایا جائیگا اور پیدائشِ دولت کے تمام وسائل، تمام جائیدادیں اور املاک افراد کے ہاتھ سے چھین کر حکومت کو دیدی جائینگی۔ اس طرح جب طبقاتی تقسیم بالکل معدوم ہو جائیگی تب آمرانہ حکومت از خود اپنے وجود کو ختم کر دیگی۔ اور بغیر کسی حکومتی اقتدار کے انسان اپنی معاشی ضروریات پوری کرنے لگیگا کیونکہ مارکس کے نزدیک حکومت ہمیشہ غالب معاشی طبقوں کے مفادات کی حفاظت کا کام انجام دیتی ہے جب معاشی طبقات ہی باقی نہ رہیں گے تو حکومت کا وجود بھی غیر ضروری ہو جائیگا۔ صحیح معنوں میں اشتراکی سوسائیٹی اسی وقت وجود میں آئے گی جب حکومت اور مملکت وجود مٹ چکا ہوگا دیہاتی آمنے